Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

خصوصی شمارہ برائے "عُرف بطور ماخذِ شریعت"

ʿUrf' as a source of Sharīʿah: Methodological and Theoretical dimensions

عرف بطور ماخذ شریعت: اصولی و نظریاتی جہات

Authors Details

1. **Sumera** (Corresponding Author)
   Doctoral Scholar, Faculty of Arabic and Islamic Studies (Quran and Tafseer), Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan.
   Email: **sumera1403@gmail.com**
2. **Dr. Sanaullah Hussain**
   Associate Professor and Chairman, Faculty of Arabic and Islamic Studies (Quran and Tafseer), Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan.

Citation
Sumera, Ms. and Dr. Sanaullah Hussain. " ʿUrf' as a source of Sharīʿah: Methodological and Theoretical dimensions " *Al-Marjān Research Journal*, 3, no.1, Jan-Mar (2025): 120−135.

Submission Timeline
Received: Dec 13, 2024
Revised: Dec 27, 2024
Accepted: Jan 11, 2025
Published Online: Jan 19, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

ʿUrf' as a source of Sharīʿah: Methodological and Theoretical dimensions

عرف بطور ماخذ شریعت: اصولی و نظریاتی جہات

☆ سمیرہ ☆ ڈاکٹر ثناء اللہ حسین

Abstract

This study examines the role of ʿurf (custom) as a dynamic source of Islamic law within the framework of uṣūl al-fiqh, highlighting its methodological and theoretical dimensions. While the Qur'an and Sunnah form the primary foundations of Sharīʿah, ʿurf complements these by harmonizing divine injunctions with societal customs and habits. The research explores how Muslim jurists historically integrated ʿurf to address evolving social realities, ensuring Sharīʿah's adaptability without compromising its core principles. It analyzes the conditions under which ʿurf is valid, such as its alignment with Islamic values and absence of contradiction with primary sources. The study employs textual analysis of Quranic verses, Hadith, and juristic texts, alongside qualitative insights into contemporary applications of ʿurf in areas like marriage, trade, and social practices. It identifies challenges, including cultural misalignments and over-reliance on outdated customs, and proposes strategies for balanced integration. The findings underscore ʿurf's role in fostering a flexible yet principled legal system, particularly in diverse societies like Pakistan. By offering a nuanced understanding of ʿurf's scope and limitations, this research provides actionable recommendations for jurists, policymakers, and educators to align customary practices with Sharīʿah, ensuring relevance and ethical coherence in modern contexts.

Keywords: ʿUrf, Sharīʿah, uṣūl al-fiqh, Islamic law, customs, ethical adaptation.

تعارف موضوع

یہ مقالہ عرف کو بطور ماخذ شریعت کے فقہی اصولوں اور نظریاتی جہات کے تناظر میں جانچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری طور پر نیکی اور بدی کا شعور عطا کیا اور دین حنیف پر اس کی تخلیق فرمائی۔ قرآن و سنت اسلامی قانون کے بنیادی ماخذ ہیں، جبکہ اجماع، قیاس، استحسان، اور مصالح مرسلہ کے ساتھ عرف معاشرتی حالات سے ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ عرف، یعنی معاشرے میں رائج رسوم ورواج، شریعت کو لچکدار بناتا ہے تاکہ وہ بدلتے سماجی تقاضوں کو پورا کر سکے۔ یہ تحقیق قرآنی آیات، احادیث، اور فقہی نصوص کے تجزیاتی مطالعے کے ذریعے عرف کی شرعی حیثیت، اس کی شرائط، اور عصری مسائل جیسے نکاح، تجارت، اور سماجی تعاملات میں اس کے اطلاق کا جائزہ لیتی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں عرف کے نفاذ میں حائل ثقافتی اور سماجی رکاوٹوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ فقہا اور مجتہدین کے لیے عرف کے علم کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے تاکہ وہ شریعت کے تقاضوں کو معاصر چیلنجز سے ہم آہنگ کر سکیں۔

☆ ڈاکٹریٹ اسکالر، فیکلٹی آف عربی اینڈ اسلامی سٹڈیز (قرآن و تفسیر)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر / چیئرمین، فیکلٹی آف عربی اینڈ اسلامی سٹڈیز (قرآن و تفسیر)،، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

مبحث اول: عرف: لغوی و اصطلاحی معانی

لغوی معنی

عرف کا مادہ لغت میں عَرَفَ، یَعرِفُ، عِرفاناً ہے اور مصدر معرفت اور عرفان ہے۔ عرفان کا معنیٰ ہے 'علم' (جاننا)، عرفت حاصل کرنا ہے۔ عرف، عارفہ اور معروف مترادف الفاظ ہیں۔ یہ 'نکر' اور 'منکر' کی ضد ہے۔ امام راغب اصفہانی 'عرف' کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

المَعْرِفَةُ والعِرْفَانُ: إدراك الشيء بتفكّر وتدبّر لأثره، وهو أخصّ من العلم، ويضادّه الإنكار، ويقال: فلان يَعْرِفُ اللهَ ولا يقال: يعلم الله متعدّيا[1]

المعرفة و العرفان کے معنی ہیں، کسی چیز کی علامات اور آثار پر غور و فکر کرنا اور اس ک اادراک کرنا۔ یہ علم کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا متضاد 'انکار' ہے۔

لسان العرب میں ہے کہ عرف، عارفہ اور معروف مترادف الفاظ ہیں اس کی ضد "نکر" اور "منکر" ہے

العرف والعارفة والمعروف ضد النكر وهو كل ما تعرفه النفس من الخير وتطمئن اليه.[2]

عرف، عارفہ اور معروف "نکر" کی ضد ہے اور عرف ہر اس اچھی چیز کو کہتے ہیں جس سے انسانی طبیعت مانوس و مطمئن ہو۔

والعارِفُ: الصبورُ. يقال: أصيب فلان فَوُجِدَ عارِفاً. والعَرُوفُ مثله.[3]

عارف صبر کرنے والے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں شخص پر مصیبت نازل ہوئی تو میں نے اس کو صبر کرنے والا پایا۔

قرآن مجید میں لفظ "عرف" مختلف معانی میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً

- جاننا، پہچاننا، قرآنی دلیل حسب ذیل ہے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُواْ ﴾[4]

توجس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے، جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس کو نہ پہچانے۔

﴿ يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمۡۖ ﴾[5]

«، وہ ان (پیغمبر آخر الزماں) کو اس طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں، »

﴿ فَعَرَفَهُمۡ وَهُمۡ لَهُۥ مُنكِرُونَ ﴾ [6]

« تو یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ پہچان سکے »

- عرف، جمع اعراف، عرفہ

وعرف الرمل والجبل وكل عال ظهره وأعاليه،[7] الرمل المرتفع[8]

---

[1] Al-Rāghib al-Aṣfahānī, Abū al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad (d. 502 AH), *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur'ān* (Damascus/Beirut: Dār al-Qalam, Al-Dār al-Shāmiyya, 1412 AH), 1:561.

[2] Ruwayfi'ī -Anṣārī al-Dīn al-Faḍl, Jamāl al-Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram ibn 'Alī, Abū al al-Ifrīqī (d. 711 AH), *Lisān al-'Arab* (Beirut: Dār Ṣādir), 9:239.

[3] Al-Jawharī, Abū Naṣr Ismā'īl ibn Ḥammād al-Fārābī (d. 393 AH), *Al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa Ṣiḥāḥ al-'Arabiyya* (Beirut: Dār al-'Ilm li-al-Malāyīn, 1407 AH/1987 CE), 4:1402.

[4] Al-Baqara, 2:89.

[5] Al-Baqara, 2:146.

[6] Yūsuf, 12:58.

[7] Ibn Manẓūr, *Lisān al-'Arab*, 9:239.

کسی چیز کی بلندی یا چوٹی جیسے کہ مرتفع، ریت کا بلند ٹیلہ اور تودہ،

﴿ وَعَلَى ٱلۡأَعۡرَافِ رِجَالٞ يَعۡرِفُونَ كُلَّۢا بِسِيمَىٰهُمۡۚ ﴾[9]

«ان دونوں (یعنی بہشت اور دوزخ) کے درمیان (اعراف نام) ایک دیوار ہو گی اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے»

- قرآن میں 'عرف' پے در پے، لگاتار، کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

﴿وَٱلۡمُرۡسَلَٰتِ عُرۡفٗا﴾[10]

«ہواؤں کی قسم جو پے در پے چلتی ہیں»

- خوشبو: جعل له عَرْفاً. أي: ريحا طيّبا. کسی کے لیے یا کسی چیز کو خوشبودار بنانا

﴿وَيُدۡخِلُهُمُ ٱلۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ﴾[11]

«اور ان کو بہشت میں جس سے انہیں شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا»

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ " عَرَّفَهَا لَهُم "کا مطلب ہے کہ انواع و اقسام کے طعام سے جنتیوں کی تواضع کی جائے گی۔ عرَّفَهَا 'عرف' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے خوشبو۔

- اسمٌ لكلّ فعل يُعْرَفُ بالعقل أو الشّرع حسنه، والمنكر: ما ينكر بهما. قال: يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ہر وہ عمل جس کو عقل اور شریعت مستحسن سمجھے۔ یعنی معروف (اچھائی، نیکی)، منکر وہ ہے جس کو عقل اور شریعت برا یا ناگوار سمجھے۔ منکر یعنی برائی، بدی

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾[12]

«اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں»

﴿وَٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٖۚ يَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ ﴾[13]

«اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں»

عرف: اصطلاحی معنی

ایسے عمل یا عقیدہ کو عرف کہا جاتا ہے جو لوگ عقل و تجربہ کی بنا پر تواتر سے کرتے ہوں اور اس کا فطری طور پر حق ہونا ان کے نزدیک مسلّم ہو۔

---

8 Al-Jawharī, *Al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa Ṣiḥāḥ al-ʻArabiyya* (Beirut: Dār al-ʻIlm li-al-Malāyīn, 1407 AH/1987 CE), 4:1401.

9 Al-Aʻrāf, 7:46

10 Al-Mursalāt, 77:1.

11 Muḥammad, 47:6.

12 Āl ʻImrān, 3:104.

13 Al-Tawba, 9:71.

العرف: ما استقرت النفوس عليه بشهادة العقول، وتلقته الطبائع بالقبول، وهو حجة أيضًا، لكنه أسرع إلى الفهم، وكذا العادة، هي ما استمر الناس عليه على حكم العقول وعادوا إليه مرة بعد أخرى.[14]

عرف سے مراد وہ امور جو عقل صحیحہ کی شہادت سے انسانی نفوس میں قرار پا چکے ہوں اور طبائع سلیمہ کے قبول کرنے سے دلوں میں جگہ حاصل کریں۔ یہ بھی (ماخذ شرعیہ میں) میں دلیل ہیں۔ عادت ان امور سے عبارت ہے جو طبائع سلیمہ کو قابل قبول ہوں اور لوگوں میں تکرار کی وجہ سے رواج پا گئے ہوں۔

عادة جمهور قوم في قول أو عمل[15]

جمہور قوم کا کسی قول یا عمل کو اختیار کرنے کا عادی بن جانا عرف کہلاتا ہے۔

عرف کوئی مستقل بالذات قانون اور دلیل شریعت نہیں ہے کہ کسی پیش آمدہ واقعہ یا مسئلہ میں محض اس کی بناء کوئی قانون بنا دیا جائے۔ بلکہ ایسا ماخذ ہے اور دلیل ہے جس کے ذریعے شریعت کی نصوص کے الفاظ کے ادراک، معاملہ میں شامل فیقین کے الفاظ سمجھنے، عام میں تخصیص کرنے اور مطلق کو مقیّد کرنے میں مدد ملتی ہے۔[16]

عرف کے تین ارکان ہیں۔

1. **مستقل رویہ:** عرف کے لئے لازم ہے کہ اسے مستقل طور پر اپنایا گیا ہو۔ کسی چیز پر لوگوں کا کبھی کبھار کا عمل عرف نہیں کہلائے گا۔
2. **معاشرتی نوعیت:** عرف ایسا عمل ہے جو فرد سے تجاوز کر کے معاشرے کا معمول بن چکا ہو۔
3. **معیاری قدر و قیمت:** عرف معیاری قدر و قیمت والا ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس کو جانچ پرکھ کے بعد اس کو اپنایا ہوتا ہے۔

مبحث دوم: عرف، عادت اور تعامل میں اصولی فرق

عادت کا مفہوم: عادت کا ماخذ ع، و، د، ہے یعنی لوٹنا، اسی سے "معاد" ہے آخرت کو "معاد" اس لیے کہا جاتا ہے کہ آخر کار انسان جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ کر جائے گا۔ عید کا ماخذ بھی 'عادَ' ہے کہ ہر سال بار بار لوٹ کر آتی ہے۔[17]

العادة: ما يفعله الناس أو الشخص على حكم العقل مرة بعد مرة من غير تكلف[18]

عادت سے مراد کسی فرد یا معاشرے کے وہ امور جن کو وہ بار بار عقلی طور پر اور بغیر تکلف کے انجام دیں۔

(الْعَادة) وَهِي الْأَمر المتكرر وَلَو من غير علاقَة عقلية وَالْمرَاد هُنَا (الْعرف العملي)[19]

عادت وہ چیز ہے جو عقلی مناسبت کے بغیر بار بار وقوع پذیر ہو۔ یہاں مراد ہے 'عملی عرف'

العرف والعادة ما استقر في النفوس من جهة العقول وتلقته الطباع السليمة بالقبول ۔[20]

---

[14] Al-Jurjānī, ʻAlī ibn Muḥammad ibn ʻAlī al-Zayn al-Sharīf (d. 816 AH), *Kitāb al-Taʻrīfāt* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya), 1:149.
[15] Qalaʻjī, Muḥammad Rawās, and Ḥāmid Ṣādiq Qunaybī, *Muʻjam Lughat al-Fuqahā'* (Beirut: Dār al-Nafā'is li-al-Ṭibāʻa wa al-Nashr wa al-Tawzīʻ, 1408 AH/1988 CE), 1:309.
[16] Khilāf, ʻAbd al-Wahhāb, *Maṣādir al-Tashrīʻ al-Islāmī fīmā lā Naṣṣ fīhi* (n.p.: Dār al-Qalam li-al-Nashr wa al-Tawzīʻ), 126
[17] Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʻArab*, 2:316.
[18] Qalaʻjī, Muḥammad Rawās, and Ḥāmid Ṣādiq Qunaybī, *Muʻjam Lughat al-Fuqahā'*, 1:300.
[19] Amīr Bādshāh, Muḥammad Amīn ibn Maḥmūd al-Bukhārī al-Ḥanafī (d. 972 AH), *Taysīr al-Taḥrīr* (Beirut: Dār al-Fikr), 1:317.

جو بات عقلی اعتبار سے ذہن میں جاں گزیں ہو اور طبیعت سلیمہ اسے قبول کر لے وہ عرف و عادت ہے۔

تعامل: مفہوم

تعامل کا لفظی مطلب آپس کا عمل، معاملہ، عام برتاؤ اور باہم لین دین ہے۔ تعامل ایسے عمل کا نام ہے جو تب وقوع پزیر ہوتا ہے جب دو اجرام ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔[21] تعامل امت سے مراد امت کا متواتر کسی عمل پر عامل ہونا مثلاً نماز کی ادائیگی، روزہ، موزوں پر مسح، احرام، میقات، طواف اور سعی وغیرہ۔ یہ اعمال، عادات یا عرف پر مبنی نہیں بلکہ حکم شرعی پر عمل کا جو طریقہ عہد نبوی سے عہد صحابہ، عہد تابعین اور آج تک مسلمانوں کے ہاں مروج ہے، کی بنیاد پر ہے۔[22] مالکیہ، تعامل اہل مدینہ کو فقہ کے ماخذ میں حجت تسلیم کرتے ہیں۔

عرف، عادت اور تعامل کے درمیان فرق

عرف اور عادت کو ہم معنی الفاظ کے طور پر بولا جاتا ہے اور بعض اوقات عرف و عادت ایک ہی لفظ سمجھا جاتا ہے۔ عرف و عادت کسی قوم یا طبقہ کا ایسا تعامل ہے جسے عقل سلیم کی تائید حاصل ہو اور فطرت سلیمہ اسے قبول کرے. اس کی وجہ نفسانی خواہشات کی پیروی نہ ہو۔ عرف اور عادت میں فرق کے لحاظ سے مشہور آراء درج ذیل ہیں۔

- علامہ ابن عابدین شامی کے نزدیک حقیقت کے اعتبار سے عرف اور عادت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے گو مفہوم کے اعتبار سے کچھ فرق پایا جاتا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں۔

  فالعرف والعادة بمعنى واحد من حيث المصداق (اي ما ينطبق عليه من حالات) وان اختلفا من حيث المفهوم[23]

  عرف و عادت مصداق کے اعتبار سے ایک ہی ہیں گو مفہوم جدا جدا ہیں۔

- عرف و عادت کے درمیان فرق ہے۔ عادت کا تعلق لوگوں کے انفرادی معاملات سے ہے جبکہ عرف تمام لوگوں کے مشترکہ رسم و رواج کا نام ہے۔ عرف کا مرکز ذہن و فکر اور طبیعت سلیمہ ہے۔

- عرف کا تعلق قول سے ہے اور عادت کا عمل سے۔ ابن ہمام کی رائے ہے۔

  العادة هي العرف العملي۔[24] عادت عرف عملی ہے۔

- عرف اور عادت میں عموم اور خصوص کا فرق ہے۔ عادت کسی فرد کے ساتھ خاص ہے۔ عادت کسی فرد یا قلیل گروہ کا مسلسل تکراری عمل ہے۔ مثلاً کسی شخص کا مخصوص الفاظ میں سلام کہنا، چائے یا شربت کا عادی ہونا۔ جبکہ عرف عام ہے۔ یہ قوم کے اجتماعی رویہ کا مظہر ہے۔ پس ہر عرف عادت ہے لیکن ہر عادت عرف نہیں ہے۔

  وتارة يستعمل كل منهما في خلاف فيراد بالعرف استعمال خاص وهو نقل اللفظ من موضعه الاصلي الي معناه المجازي شرعا وغلبة استعماله فيه ويراد بالعادة نقله الى المعنى المجازي عرفا ومنه قول

---

[20] Al-Zuḥaylī, Muḥammad Muṣṭafā, *Kitāb al-Wajīz fī Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī* (Damascus: Dār al-Fikr, 1427 AH/2006 CE.), 1:265.
[21] Wikipedia Urdu, accessed 30 August 2025.
[22] *Muḥaddith*, issue 247, 30:71.
[23] Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn Afandī, *Nashr al-ʿUrf fī Bināʾ Baʿḍ al-Aḥkām ʿalā al-ʿUrf* (Istanbul: Dār Saʿādat), 114.
[24] Amīr Bādshāh, *Taysīr al-Taḥrīr*, 1:317.

الاصوليين تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة وقد يراد بالعرف الاستعمال الشامل بلا انواع الثلاثه آنفا [25]

کبھی عرف اور عادت کے درمیان فرق کیا جاتا ہے اس وقت عرف سے مراد شرعاً لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر معنی مجازی کو اختیار کرنا ہے اگر عام لوگوں کے استعمال کی وجہ سے حقیقی معنی کو ترک کیا جارہا ہے تو اسے عادت کہیں گے اسی فرق کے اعتبار سے علماء اصول کہتے ہیں کہ حقیقی معنی استعمال و عادت کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے گا اور کبھی عرف سے مراد وہ ہے جو مذکورہ تینوں قسموں کو شامل ہو۔

عرف کو دلیل شرعی کے طور پر معتبر مانا جاتا ہے جبکہ عادت عمومی دلیل نہیں۔ تعامل خاص طور پر معاملات میں دلیل ہے۔ مثلاً نکاح میں مہر کا عرف، پیمانوں میں اہل مدینہ کا تعامل وغیرہ

مبحث سوم: حجیت عرف: قرآن، سنت، اجماع اور عقل کی روشنی میں

حجیت عرف کے قرآنی دلائل

قرآن حکیم میں بہت سے معاشرتی احکام عرف کی رعایت کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ خاص طور پر نکاح، مہر، طلاق اور نفقات کے سلسلہ میں عرف کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآنی دلائل کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

﴿ فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذۡنِ أَهۡلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ ﴾ [26]

ان (لونڈیوں) کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کر دو

﴿ وَعَلَى ٱلۡمَوۡلُودِ لَهُۥ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ ﴾ [27]

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔

﴿وَلِلۡمُطَلَّقَٰتِ مَتَٰعُۢ بِٱلۡمَعۡرُوفِۖ حَقًّا عَلَى ٱلۡمُتَّقِينَ﴾ [28]

«اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان و نفقہ دینا چاہیئے پرہیز گاروں پر (یہ بھی) حق ہے»

﴿كُتِبَ عَلَيۡكُمۡ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلۡمَوۡتُ إِن تَرَكَ خَيۡرًا ٱلۡوَصِيَّةُ لِلۡوَٰلِدَيۡنِ وَٱلۡأَقۡرَبِينَ بِٱلۡمَعۡرُوفِۖ حَقًّا عَلَى ٱلۡمُتَّقِينَ﴾ [29]

«تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (خدا سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے»

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے کہ وصیت، مہر م نفقہ وغیرہ میں عرف کو احکام شرعی کا لازمہ بنایا گیا ہے۔

دلائل حدیث اور حجیتِ عرف

رسول کریم ﷺ نے عرب کے ایسے عرف جو شریعت کے مخالف نہیں تھے، برقرار رکھا۔ تجارت اور شراکت کی ان اقسام کو جو ان کے نزدیک صحیح تھیں جیسے مضاربت، بیع اور اجارہ کی وہ صورتیں جو فاسد چیزوں سے خالی تھیں، ان کی تائید فرمائی۔ آپ ﷺ نے معاملات میں فیصلہ کرتے ہوئے عرف کی رعایت فرمائی۔

---

[25] Fādānī, Muḥammad Yāsīn, *Al-Fawā'id al-Janiyya fī al-Ashbāh wa al-Naẓā'ir li-al-Shāfi'iyya*, 1:291.
[26] Al-Nisā', 4:25.
[27] Al-Baqara, 2:233.
[28] Al-Baqara, 2:241
[29] Al-Baqara, 2:180

ہندہ بنت عتبہ نے فتح مکہ کے دن آپ ﷺ سے اپنے شوہر ابو سفیان کے متعلق شکایت کی کہ وہ اخراجات میں ذرا ہاتھ کھینچ کر رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ: «خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ»[30]

جتنا تمہیں اور تمہارے بچوں کے لئے رواج کے مطابق کافی ہو، لے لیا کرو۔

اس روایت میں نفقہ کی عام اور مروج مقدار مراد ہے، اس کے علاوہ رسول ﷺ نے زمانہ بعثت سے پہلے عربوں میں بعض معاملات سے متعلق جو طریقہ رائج تھا اس کو باقی رکھا مثلاً قصاص و دیت کا قانون۔ عرف کی تائید اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔

فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّئٌ "[31]

جن چیزوں کو مسلمان پسندیدہ سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہیں اور جن کو وہ ناپسندیدہ سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ، وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ»[32]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "غلام کا طعام اور لباس عرف کے مطابق دیا جائے اور اس پر اس کی قدرت سے زیادہ کام کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت عروہ بن جعد رضی اللہ عنہ کو ایک دینار دے کر ایک بکری خریدنے کا کہا تو انہوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں اور ایک نکری ایک دینار کے عوض بیچ دی۔ پھر ایک دینار اور ایک بکری لے کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ عین قواعد شرع اور عرفِ عام کے مطابق ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ناپ تول کے پیمانوں، زر تبادلہ، لباس، نکاح و طلاق میں عرف کا اعتبار کیا اور ان معاملات میں قرآن کے حکم کے مطابق معروف کو برقرار رکھا۔ مثلاً مہر کی مقدار (دینار و درہم)، فاسد مہر یا مہر عدم تعیین کے لئے مہر مثل اور کفو میں عرف کی رعایت فرمائی ہے۔

حجیت عرف اور اجماع

عہدِ صحابہ سے لیکر ہر عہد میں امت مسلمہ نے معاملات میں عرف کا اعتبار کیا ہے۔ فقہاء نے ہر عہد میں فتاویٰ اور قضایا میں عرف کو دلیل شرعی تسلیم کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کے خراج کی تعیین میں عرف کا لحاظ رکھا۔ اسی طرح حضرت علی عمر رضی اللہ عنہ نے بیع و اجارہ میں عرف کا اعتبار کیا ہے۔ نکاح میں مہر کی مقدار، نفقہ زوجہ کی مقدار اور تجارتی معاملات میں متعلقہ لوگوں کے عرف کے مطابق فیصلے کئے

---

[30] Mukhtaṣar -Ṣaḥīḥ al-Musnad al-Jāmi‘ al-AlBukhārī, Abū ‘Abd Allāh Muḥammad ibn Ismā‘īl, -Al *min Umūr Rasūl Allāh Ṣallā Allāh ‘alayhi wa Sallam wa Sunnanihi wa Ayyāmihi (Ṣaḥīḥ al-Bukhārī)* (Damascus: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422 AH), Kitāb al-Aḥkām, Bāb al-Qaḍā’ ‘alā al-Ghā’ib, 9:7180.

[31] Ibn Ḥanbal, Abū ‘Abd Allāh Aḥmad ibn Muḥammad (d. 241 AH), *Musnad al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal* (Beirut: Mu’assasat al-Risāla, 1421 AH/2001 CE), Musnad ‘Abd Allāh ibn Mas‘ūd, ḥadīth no. 3600.

[32] Mālik, Mālik ibn Anas ibn Mālik ibn ‘Āmir (d. 179 AH), *Muwaṭṭa’ al-Imām Mālik*, ed. Muḥammad Fu’ād ‘Abd al-Bāqī (Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī), Kitāb al-Isti’dhān, Bāb al-Amr bi-al-Rifq bi-al-Mamlūk, ḥadīth no. 40.

گیے۔ آئمہ اربعہ نے معاملات میں عرف کو دلیل اور نص کی تعبیر کے لئے بنیاد تسلیم کیا ہے۔ فقہائے اسلام نے عرف کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے کئی اصول وکلیات وضع کئے مثلاً

- العادةُ مُحَكَّمَةٌ" [33]

عرف وعادت فیصلہ کن چیز ہے۔

یہ ایک مشہور شرعی قاعدہ ہے، اور ان پانچ بڑے فقہی قواعد میں سے ایک ہے جن پر علماء کا اتفاق ہے۔ ان پانچ قواعد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسلامی فقہ کے تمام مسائل انہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

- التعيين بالعرف كالتعيين بالنص [34]

عرف کی تعیین کی وہی حیثیت ہے جو نص کی تعیین کی ہے۔

- "الممتنع عادة كالممتنع حقيقة"

جو چیز عادتاً ممتنع ہو وہ حقیقت میں ممتنع ہے۔

- "استعمال الناس حجة يجب العمل بها "

لوگوں کا استعمال ایسی حجت ہے جس پر عمل واجب ہے۔

- " المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً"

دستور میں جانی پہچانی چیز (عرف) ایسی شرط کی مانند ہے جو کسی معاہدہ کا حصہ ہو۔

- "المعروف بين التجار كالمشروط بينهم "

تاجروں کا معروف یا عرف ایسی شرط کی طرح ہے جو ان میں طے ہو چکی ہو۔

فقہاء کے نزدیک عرف کی حیثیت مسلم ہے۔ ابو عبد اللہ مقری کا قول ہے۔

"العادة عند مالك كالشرط تقيد المطلق، وتخصص العام ."وهذه القاعدة تدخل تحت القاعدة الأساسية: " العادة محكّمة".[35]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عادت ایسی شرط کی طرح ہے جس سے مطلق کو مقید کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ قاعدہ اپنے بنیادی قاعدہ "عرف وعادت فیصلہ کن چیز ہے) پر مبنی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جان لو کہ عادت اور عرف کا اعتبار فقہ میں اتنے مسائل میں کیا گیا ہے جن کی کثرت شمار سے باہر ہے؛ ان میں سے ہیں: حیض کی عمر، بلوغ کی علامات، انزال کی کیفیت، حیض کی، نفاس اور طہر کی کم سے کم مدتیں، ان کی غالباً مدتیں اور زیادہ سے زیادہ مقداریں۔ اور "ضبہ" (برتن پر چاندی وغیرہ سے جوڑ لگانا) کے بارے میں قِلّت و کثرت کا معیار، نماز کے منافی افعال، جمع نماز میں ایک نماز کو دوسری پر بنیاد بنانا، خطبہ، جمعہ، ایجاب و قبول کے درمیان فاصلہ، سلام کہنا اور اس کا جواب دینا، عیب کی بنا پر رد کرنے میں تاخیر وغیرہ

[33]Al-Suyūṭī, ‘Abd al-Raḥmān ibn Abī Bakr, Jalāl al-Dīn (d. 911 AH), *Al-Ashbāh wa al-Naẓā’ir* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1410 AH/1990 CE), 7.
[34]Al-Zuḥaylī, Muḥammad Muṣṭafā, *Kitāb al-Qawā‘id al-Fiqhiyya wa Taṭbīqātihā fī al-Madhāhib al-Arba‘a* (Damascus: Dār al-Fikr, 1427 AH/2006 CE), 1:349.
[35] Al-Zuḥaylī, *Kitāb al-Qawā‘id al-Fiqhiyya*, 1:656.

حجیت عرف: عقلی دلائل

- شریعت کے بنیادی مقاصد رفع حرج (تنگی دور کرنا) اور جلب منفعت (فائدہ پہنچانا) ہے۔ شریعت کی بنیاد آسانی اور سہولت پر قائم ہے، اللہ کریم اپنے بندوں کو مشقت اور پریشانی سے دوچار کرنا نہیں چاہتا بلکہ اس نے اپنی ہدایات و تعلیمات میں آسانی اور سہولت فراہم کی ہے:

  یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔[36]

  اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔

اس نرمی اور آسانی کا حصول ممکن ہے جب معاشرہ میں اچھے عرف وعادات کو بھی قانونی حیثیت حاصل ہو، کیونکہ ان کے چھوڑنے میں تنگی اور پریشانی ہے۔ اس دنیا میں انسان اپنے اختیار کسی محرک کے تحت عمل کرتا ہے۔ دنیا میں انسان کے اختیاری اعمال کا ظہور کسی وجہ ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ منفعت کا داعیہ اس کے اعمال کا محرک بنتا ہے، کسی کی اطاعت اس کے کام کا سبب ہوتی ہے یا کسی کو نقصان پہنچانے کا جذبہ اس کے عمل میں کارفرما ہوتا ہے۔ گویا اندرونی جذبہ سے بار بار کیے جانے والا عمل عادت کہلاتا ہے۔ عادات کو چھوڑنا انسان کے لئے اور عرف کو چھوڑنا اجتماعیت کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔ معاشرے کے ارتقاء کے لئے عرف کا لحاظ ضروری ہے۔ عرف کو نظر انداز کر کے بنایا جانے والا قانون نہ صرف معاشرتی انتشار کا سبب بنتا ہے بلکہ جمود کا باعث بھی ہوتا ہے۔

- شرعی احکام محدود ہیں اور زندگی متنوع، معاشرتی امور میں عقلی بنیاد اپنایا جانے والا عرف ہی کافی ہوتا ہے، شریعت صرف اصول یا قواعد فراہم کرتی ہے، جبکہ ان اصول و قواعد کی تنفیذ میں عرف معتبر ٹھہرتا ہے مثلاً جدید مالیاتی لین دین (سٹاک مارکیٹ) میں عرف کو سمجھے بغیر حکم لگانا مشکل ہے۔
- عرف سے فطری معاشرتی انصاف پر عمل ممکن ہے۔ اس سے یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ معاشرے میں کونسا رویہ مقبول ہے اور کونسا غیر مقبول۔ عقلی طور پر عرف شارع کی خاموش اجازت ہے کیونکہ فاسد عرف تبدیل کئے گیے یا ان میں ترمیم واصلاح کر دی گئی اور کئی ایسے عرف یا عادت جو شریعت کے مطابق نہ تھیں، ان کو ختم کرنے میں تدریج اختیار کی گئی۔
- معاشرتی حالات میں ترقی کے ساتھ عرف وعادت میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اسلام قیامت تک آنے والے ہر انسان کا دین ہے۔ لہٰذا ابدی اور مکمل دین کو جاری وساری رکھنے کے لئے نصوص کے حکم میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔ عرف ہر زمانے کا اپنا اپنا ہوتا ہے مثلاً کاغذی زر تبادلہ کی بجائے پلاسٹک کرنسی کا معروف ہونا۔
- انسانوں کی طبائع اور نفسیات مختلف ہیں۔ ہر ایک حکم کو اپنے انداز میں سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ کوئی عمل میں عزیمت کی راہ پر ہے اور کوئی سہولت کا متلاشی، نصوص شرعیہ پر عمل یقینی بنانے کے لئے عرف وعادت کا لحاظ کیا جائے گا۔

مبحث چہارم: عرف و نص میں تعارض: قواعدِ تطبیق و ترجیح

عرف کے معتبر ہونے کی شرط ہے کہ وہ شرعی نصوص سے متعارض نہ ہو۔ کسی معاشرے میں سود کا عرف ہونا یا زنا کا عرف ہونا شریعت میں سود اور زنا کو حلال نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مطلقاً حرام ہیں۔ شریعت نے عرب معاشرے کے صرف وہ عرف برقرار رکھے جو شریعت سے متعارض نہ

[36] Al-Baqara, 2:185.

تھے مثلاً نکاح میں کفو، مہر و نفقہ کا عرف، بیع و اجارہ کا عرف وغیرہ۔ شریعت سے متعارض عرف ترک کر دیئے گئے مثلاً حج کے موقع پر بے لباس طواف کرنا، میت پر سوگ میں ماتم کرنا، بیع ملامسہ اور بیع منابزہ، نکاحِ شغار وغیرہ

جب کسی معاملے میں شریعت کی کوئی نص موجود ہو لیکن عرف (رواج) اس کے برعکس ہو، تو اسے "تعارض بین النص والعرف" کہا جاتے ہیں۔ اس صورت میں نص کو عرف پر مقدم رکھا جاتا ہے، کیونکہ نص کی حجیت قطعی ہوتی ہے جبکہ عرف کی حجیت شرطوں کے ساتھ مشروط ہوتی ہے۔ عرف اور نص میں تعارض ہو تو تعارض دور کرنے کے متعلق آراء مندرجہ ذیل ہیں۔

- **نص کو عرف پر فوقیت**

ولا يجوز ترك النص للعمل بالعادة أو العرف لأسباب ثلاثة: الأول: لأنه ليس للعابد حق تغيير النصوص. الثاني: ولأن النص أقوى من العرف. الثالث: ولأن العرف قد يكون مستنداً على باطل،[37]

عادت اور عرف کی بناء پر نص کو تین وجوہات کی بناء پر ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اول، کسی انسان کو نص میں تبدیلی کرنے کا اختیار نہیں۔ دوم، نص، عرف سے قوی ہے، سوم، عرف کی بنیاد باطل پر بھی ہو سکتی ہے۔

- **منصوص اگر عرف سے متعلق ہے تو عرف کی فوقیت**

اگر کسی منصوص حکم کی علت عرف ہے تو عرف کا اعتبار کیا جائے گا خواہ زمانہ کوئی بھی ہو۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے سونا چاندی کو تول کر اور گندم، جو، نمک وغیرہ کو ناپ کر تبادلہ کرنے کا حکم دیا۔ جمہور فقہاء کے ہاں خواہ یہ چیزیں تول کر بکنے لگیں ان کو ناپ کر ہی تبادلہ کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف کے مطابق اگر ان کو تول کر تبادلہ کا عرف بن جائے تو اس کا لحاظ کیا جائے گا۔ بس کیل (ناپ تول) کا مساوی ہونا شرط ہے۔ نص کی عدم موجودگی میں اجتہاد بذریعہ قیاس یا بذریعہ استحسان اور مصلحت کیا جاتا ہے۔ ان دونوں طرح کے مسائل اور عرف میں اگر اختلاف ہو جائے تو عرف کو اجتہادی اور قیاسی مسائل پر ترجیح حاصل ہے خواہ یہ عرف قدیم ہو یا جدید مثلاً شہد کی مکھی اور ریشم کے کیڑوں کی خرید و فروخت کے بارے میں ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ کی رائے ہے کہ ان کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ ان کی حیثیت حشرات الارض کی ہے جن کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن امام محمد نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ لوگ ان کی خرید و فروخت کر رہے تھے تو انہوں نے اس عرف عام کی وجہ سے ان کو عام حشرات سے نکال کر وہ اموال متقومہ میں شامل کر دیا۔[38] وَ اِذنها صماتها نکاح میں باکرہ کی خاموشی سے مراد رضامندی سمجھنا اس عرف کے مطابق ہے جس میں باکرہ طبعی شرم و حیا کی وجہ سے خاموش ہے۔ اگر تربیت کے معیار بدل جائیں اور کنواری لڑکیاں اظہار میں شرم محسوس نہ کریں تو خاموشی کو رضامندی نہیں سمجھا جائے گا۔ یعنی عرف بدلنے سے حکم کا قالب بدل جائے گا۔[39]

- **قانون سازی کے وقت کے عرف کا اعتبار**

عرف کا اعتبار تب تک ہے جب وہ حکم کے نفاذ سے متصل ہو، اس سے متاخر نہ ہو۔ اوقاف، وصیت، بیع کی اصطلاحات کی تشریح میں اس وقت کا عرف معتبر ہے جب وہ دستاویز لکھی گئی تھی۔ تعلیم قران یا امامت اور اذان پر اجرت لینے کو متقدمین نے پسند نہیں کیا لیکن متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ پہلے زمانے میں ایسے صاحب زہد موجود تھے جو کہ قران کے متعلقہ کاموں کی انجام دہی کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے

---

[37] Abū al-Ḥārith al-Ghazī, Shaykh Dr. Muḥammad Ṣiddīq ibn Aḥmad ibn Muḥammad Āl Būrnū, *Al-Wajīz fī Īḍāḥ Qawāʿid al-Fiqh al-Kulliyya* (Beirut: Mu'assasat al-Risāla, 1416 AH/1996 CE), 283.

[38] Irfān Khālid Dhilown, *ʿIlm Uṣūl al-Fiqh: Aik Taʿāruf* (Islamabad: Shariʿa Academy, International Islamic University), 1:536–538.

[39] ibid , 1/539

تھے اور حکومت یا مالدار لوگ ان کی سرپرستی کرتے تھے۔ بعد میں یہ صورت باقی نہیں رہی اور اس لیے تعلیم قرآن پر اجرت اور تنخواہ وغیرہ کی اجازت ہے۔

- **عرف و عادت غالب اور عام ہو**

وہ رواج جو تمام معاشروں یا ایک پورے خطے میں رائج ہو، اس کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ بہ نسبت عرف خاص کے جو رواج جو کسی خاص علاقے یا پیشے تک محدود ہو، اس کی حیثیت طور پر کمزور ہوتی ہے۔ اگر نص کے ساتھ تعارض میں عرف خاص ہو تو اسے ترجیح نہیں دی جاتی۔

- **صحیح عرف اور فاسد عرف میں فرق کا لحاظ**

· عرف صحیح: وہ رواج جو شریعت کے بنیادی اصولوں کے موافق ہو اور کسی نص کے خلاف نہ ہو۔ عرف فاسد: وہ رواج جو شریعت کے اصولوں یا نصوص کے خلاف ہو۔ نص کے ساتھ تعارض کی صورت میں عرف فاسد کو کبھی بھی ترجیح نہیں دی جاتی۔

- **فریقین نے عرف کے خلاف کوئی شرط نہ رکھی ہو**

عرف و عادت کا اعتبار اس شرط کے ساتھ ہے کہ فریقین نے اس عرف کے خلاف کوئی شرط مقرر نہ کی ہو مثلاً اگر مزدور کے ساتھ صبح سے عصر تک کے وقت کا معاوضہ مقرر ہو تو اس سے صبح سے مغرب تک کام نہیں لیا جائے گا خواہ اس علاقے میں عرف صبح سے شام تک کام کا ہو۔

مبحث پنجم: عرف و قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ کا تقابل

اصول فقہ میں جب نصوصِ شرعیہ (قرآن و سنت) اور اجماع سے کسی مسئلہ کا حکم واضح نہ ہو تو فقہاء نے مختلف اصولی طریقے اختیار کیے۔ ان میں عرف، قیاس، استحسان اور مصالح مرسلہ نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اصولوں کے ذریعے شریعت کی وسعت، لچک اور عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی کا پہلو سامنے آتا ہے۔

- **عرف**

عرف سے مراد وہ عمومی اور غالب طرزِ عمل ہے جو لوگوں میں بار بار دہرائے جانے سے رواج پا جائے اور معاشرتی طور پر معروف بن جائے۔[40] عرف کے ارکان میں مستقل رویہ، سماجی نوعیت اور معیاری قدر و قیمت شامل ہیں۔ فقہاء کے نزدیک وہ عرف معتبر ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ تمام فقہاء کے نزدیک عرف ثانوی دلائل شرعیہ میں شامل ہے۔ سماجی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، بیع، ہبہ وغیرہ میں عرف معتبر سمجھا جائے گا۔ نصوص میں ایسے عرف پر فتویٰ دیا جائے گا جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔ مثلاً مہر مثل میں خاندانی عرف اور تجارت میں "نقد" یا "ادھار" کے عرفی طریقے کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔

- **قیاس**

قیاس وہ اصول ہے جس کے ذریعے کسی فرعی مسئلہ کو کسی اصل مسئلہ پر اس علتِ مشترکہ کی بنا پر منطبق کیا جاتا ہے جس پر نص موجود ہو۔[41] کسی مسئلے میں حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے ایسی اصل پر قیاس کرنا جس کا حکم نص سے ثابت ہو، اور علت مشترکہ دونوں میں پائی جائے۔ قرآن و

[40] Imām al-Juwaynī, *Al-Burhān fī Uṣūl al-Fiqh* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1418 AH/1997 CE), 2:843.
[41] Al-Ṣanhājī, 'Abd al-Ḥamīd Muḥammad ibn Bādīs (d. 1359 AH), *Mabādi' al-Uṣūl* (n.p.: Al- Sharika al-Waṭaniyya li-al-Nashr wa al-Tawzī', 1400 AH/1980 CE), 24.

سنت کے بعد سب سے معتبر اصولِ استنباط میں شمار ہوتا ہے۔ شراب کی حرمت قرآن سے ثابت ہے کیونکہ اس میں "اسکار" (نشہ) پایا جاتا ہے۔ اسی علت کی بنیاد پر دیگر نشہ آور اشیاء کو بھی حرام قرار دیا جاتا ہے۔ قیاس کے ارکان اصل (مقیس علیہ)، فرع (مقیس)، حکم اور علت شامل ہیں۔[42]

- **استحسان**

استحسان کا معنی ہے اچھا سمجھنا، اصطلاح میں جس چیز کا قیاس تقاضا کرے اسے چھوڑ کر اس سے قوی تر قیاس کا اختیار کرنا، مجتہد کا قیاس جلی کو چھوڑ کر قیاس خفی کو اختیار کرنا استحسان کہلاتا ہے۔ یہ قیاس خفی کسی ضرورت، مصلحت یا عرف کی بنیاد پر ہو سکتا ہے مثلاً عقد استصناع یعنی آرڈر پر مال تیار کروانا بہ ظاہر قیاس کے خلاف ہے کیونکہ غیر موجود چیز کی تجارت کی جا رہی ہے لیکن قیاس خفی کی بناء پر جائز ہے۔[43]

احناف نے اس کو نہایت اہمیت دی۔ امام شافعی نے اسے "تلذذ بالھویٰ" (خواہش کی پیروی) سے تعبیر کرتے ہوئے تنقید کی۔[44]

حمام یا غسل خانے کے استعمال کی اجارہ اگر قیاس پر دیکھی جائے تو نا جائز ہے، مگر استحساناً جائز قرار دی گئی کیونکہ یہ عام ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص کہے، "میں نے اپنا مال صدقہ کیا۔" تو قیاس کی رو سے اس کا سارا مال صدقہ تصور کیا جائے گا جبکی استحساناً اس کا صرف وہ مال صدقہ شمار ہو گا جس پر زکوٰۃ واجب ہو۔

- **مصالح مرسلہ**

احکام شریعت کا مقصد انسان کا تحفظ ہے۔ یہ احکام انسانوں کی مصلحت کی بناء پر لاگو کئے گیے ہیں۔ مصلحت بنیادی طور پر دفع مضرت (نقصان کو دور کرنا) اور جلب منفعت (نفع کا حصول) ہے۔ شریعت کے تمام احکام کی بنیاد مصالح ہیں یعنی تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ مال، تحفظ عقل، اور تحفظ نسل۔ ان اصولوں کی بنیاد پر قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ وہ مصالح جن پر نہ تو نصِ شرعی سے صراحتاً دلیل ملتی ہو اور نہ ہی ان کی نفی موجود ہو، لیکن وہ مقاصدِ شریعت (حفظ دین، نفس، عقل، نسل، مال) کے تحفظ کے لیے ضروری ہوں۔ بالخصوص مالکیہ نے اس کو دلیل شرعی کے طور پر قبول کیا۔[45] عہد صحابہ میں جمع قرآن، جمعہ میں دوسری اذان، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شوریٰ مصالح مرسلہ کی مثالیں ہیں۔ موجودہ عہد میں سرکاری دستاویزات، شناختی کارڈ یا پاسپورٹ کا نظام۔ اس پر کوئی صریح نص نہیں، مگر یہ مصلحت عامہ کے لیے ضروری ہے۔ مالکیہ کے ہاں یہ مستقل اصول کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

تقابلی جائزہ

- **قبولیت کا معیار**

عرف مشروط طور پر معتبر ہے۔ شریعت سے متصادم عرف قبول نہیں۔ عرف کی قبولیت کے لئے لازم ہے کہ وہ عمومی ہو، مروج ہو، صحیح ہو، فاسد نہ ہو۔ قیاس کی قبولیت کے لئے علت صحیح ہونا ضروری ہے۔ استحسان اس وقت قبول ہے جب بنیاد ذاتی خواہش یا ہوائے نفس نہ ہو اور قیاس پر عمل یا تو نا ممکن ہو نہ اس سے مکلف مشکل میں پڑ جائے۔ مصلحت کے لئے لازم ہے کہ وہ مقاصد شریعت کے موافق ہو۔

- **فقہاء کی قبولیت:** قیاس و عرف تمام فقہاء کے نزدیک ماخذ ہے۔ استحسان زیادہ تر حنفیہ اور مصالح مرسلہ زیادہ تر مالکیہ کے ہاں ماخذ ہے۔

---

[42] Al-ʻAnzī, ʻAbd Allāh ibn Yūsuf ibn ʻĪsā ibn Yaʻqūb al-Yaʻqūb al-Jadīʻ, *Taysīr ʻIlm Uṣūl al-Fiqh* (Beirut: Mu'assasat al-Rayyān li-al-Ṭibāʻa wa al-Nashr wa al-Tawzīʻ, 1418 AH/1997 CE), 191

[43] Al-ʻAnzī, *Taysīr ʻIlm Uṣūl al-Fiqh*, 194.

[44] ibid, 196

[45] ibid, 199

- **ماخذ:** عرف کا ماخذ انسانی تعامل ہے، قیاس کی بنیاد نصوص شرعیہ ہیں، استحسان، قیاس، ضرورت، مصلحت یا عرف کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جبکہ مصالح مرسلہ کا ماخذ مقاصد شریعت ہیں۔
- **حدود:** عرف کی شرط یہ ہے کہ وہ نصوص کے خلاف نہ ہو۔ اسکی ضرورت صرف نصوص کی وضاحت کے لئے ہوتی ہے مثلاً سماجی معاملات، تجارتی عرف وغیرہ۔ ہر زمانہ اور ہر قوم کا عرف مختلف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا عرف کے لئے زمانہ، سماج اور زبان کے اختلاف کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ کرنسی، پیمانے، لباس، زبان، وغیرہ سے متعلق فتاویٰ میں معتبر ہے۔ قیاس کے لئے علت صحیح شرط ہے۔ ہر پیش آمدہ مسئلہ جس میں نص موجود نہ ہو، ضرورت ہے۔ استحسان معاشرے میں یُسر، سہولت اور عدل قائم رکھتا ہے۔ عام روزمرہ زندگی میں اہم ہے۔ مصالح مرسلہ ہر نئے مسئلہ میں مقاصد شریعت کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ معاشرت ارتقاء کو دینی تقاضوں سے ہم آہنگ کرتا ہے اور جمود طاری نہیں ہونے دیتا۔

مبحث ششم: عرف کی اقسام اور ان کی اصولی اہمیت

- ### عرف شرعی

وہ عرف جنہیں شریعت نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے یا ان کی نفی کی ہے۔ یا شریعت نے ایجابی یا سلبی طور پر ان کے حکم دیا ہے۔ مثلاً نجاست و طہارت کے طریقے، ستر عورت کے احکام، دیت میں عاقلہ کا کردار۔ یہ احکام شریعت میں شامل ہیں اور ان کی حیثیت دائمی ہے۔[46]

- ### مسکوت عنہ عرف

لوگوں کے کچھ عرف و عادت کے متعلق شریعت خاموش ہے مثلاً کھانا پینا، بولنا، جنسی خواہشات۔ ان کے لئے شرط ہے کہ مقاصد شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ ان میں لوگوں کے مزاج، موسمی حالات وغیرہ کے لحاظ سے اختلاف ہو سکتا ہے مثلاً مشرقی ممالک میں ننگے سر رہنا معیوب سمجھا جاتا ہے جبکہ کچھ ممالک میں سر ڈھانپ کر بزرگوں کے سامنے جانا معیوب ہے۔ نکاح و طلاق، بیع و شرائع بلوغ کی عمر میں ہر علاقے کا عرف مختلف ہو سکتا ہے۔ متعلقہ مسئلہ میں متعلقہ علاقے یا قوم کا عرف معتبر ہوگا۔

- ### حرف فاسد

وہ عرف جو قران و سنت کی واضح نص کے خلاف ہو۔ کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام کر دیتا ہو۔ کسی ضرر کے حصول اور کسی مصلحت کے ضیاع کا ذریعہ بنے اسے فاسد کہتے ہیں جیسے پیدائش یا وفات کے موقع پر منکراتِ شرعی پر مبنی رسوم رواج، سود خوری یا جوا پر مبنی معاہدہ[47]۔ ایسے عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

- ### عرف صحیح

وہ عرف جو شریعت کی کسی نص کا مخالف نہ ہو۔ کسی دلیل شرعی کے خلاف نہ ہو۔ اس کو شرعی اصول کی حیثیت حاصل ہے مثلاً منگنی کے تحائف کا مہر میں داخل نہ ہونا، طلاق یا موت کی صورت میں مہر مؤجل کا استحقاق۔ ہر حال میں معتبر ہے۔

عرف صحیح عام وہ عرف ہے جس پر تمام علاقوں کے لوگ متفق ہوں۔ احناف کے ہاں اس کو استحسان بالعرف کہا جاتا ہے اور اس کی بناء پر قیاس ترک کر دیا جائے گا۔ عرف صحیح خاص کسی خاص علاقے یا کسی خاص طبقے کا عرف ہے مثلاً تاجروں یا زراعت پیشہ لوگوں کا عرف۔ فتاویٰ میں عرف صحیح معتبر ہے۔

---

[46] Khilāf, ʻAbd al-Wahhāb (d. 1375 AH), *ʻIlm Uṣūl al-Fiqh* (n.p.: Maktabat al-Daʻwa), 90.
[47] Ibid

- **عرف قولی**

عرف قولی جیسے کسی خاص اصطلاح یا کسی خاص لفظ سے کوئی خاص مفہوم مراد ہو مثلاً لفظ 'ولد' کا اطلاق لڑکے پر ہو لڑکی پر نہ ہو۔ لفظ 'لحم' کا اطلاق مچھلی کے علاوہ باقی جانوروں کے گوشت پر ہو۔ لفظ 'طلاق' ازدواجی تعلق ختم کرنے کے لئے مستعمل ہو باقی تعلقات کے لئے نہیں۔ احکام میں متعلقہ مسائل میں اس عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔

- **عرف عملی**

معاملات کی وہ صورت جو لوگوں میں عملاً رائج ہوں مثلاً 'بیع تعاطی' یعنی بغیر معاہدہ اور ایجاب و قبول کو خرید و فروخت کرنا جس میں کوئی عقد نہ ہو، کرائے کے مکانوں اور دکانوں کا کرایہ ماہانہ ادا کرنا یا سالانہ ادا کرنا، مخصوص اور متعین کرنسی کا استعمال، ہفتہ وار تعطیل کا رواج وغیرہ۔ یہ بھی عرف صحیح کی صورت ہے اور احکام میں معتبر ہے۔

نتائج بحث

- قانون سازی ہر زمانہ اور عہد کی ضرورت ہے۔ شریعت کے احکام کا مقصد جمود نہیں کہ معاشرے کا ارتقاء رک جائے بلکہ یہ ہر زمانے کے لئے قابل عمل ہیں۔ عرف و عادت انسان کے مزاج کا حصہ ہے اس لئے معاملات میں لوگوں کا عرف شریعت میں معتبر ہے۔
- عرف مستقل شرعی دلیل نہیں بلکہ منصوص حکم کے فہم و عمل میں معاون ہے۔
- تمام فقہاء نے عرف کا اعتبار کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ عرف وعادت شریعت سے متصادم نہ ہو۔
- مقام و وقت اور زمانہ کے لحاظ سے عرف مختلف ہو سکتا ہے لہٰذا احکام میں اس کی رعایت ضروری ہے۔
- عرف صحیح، عملی یا قولی دونوں صورتوں میں معتبر ہے لیکن عرف فاسد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ عرف شریعت کے بنیادی مآخذ (قرآن و سنت) کے ساتھ مل کر اسلامی قانون کو معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ عرف کی شرعی حیثیت اس وقت تسلیم کی جاتی ہے جب وہ اسلامی اقدار سے متصادم نہ ہو۔ پاکستانی معاشرے میں عرف کے نفاذ کے لیے تعلیمی نصاب میں فقہی اصولوں کی تدریس، دینی اداروں کی فعالیت، اور سماجی شعور کی ضرورت ہے۔ یہ مقالہ عرف کے ذریعے شریعت کی لچک اور استحکام کو اجاگر کرتا ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی اقدار کو فروغ دیتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

1. تعلیمی اداروں میں عرف کی فقہی اہمیت کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔
2. فقہی تربیت کے پروگرامز میں عرف کے عصری اطلاق پر ورکشاپس منعقد کی جائیں۔
3. میڈیا کے ذریعے عرف اور شریعت کے توازن پر مبنی شعور اجاگر کیا جائے۔
4. فقہا اور سماجی رہنماؤں کے مابین عرف کے نفاذ کے لیے تعاون بڑھایا جائے۔
5. معاشرتی رسوم کی شریعت سے مطابقت کے لیے رہنما اصول وضع کیے جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Al-Rāghib al-Aṣfahānī, Abū al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad (d. 502 AH), *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur'ān* (Damascus/Beirut: Dār al-Qalam, Al-Dār al-Shāmiyya, 1412 AH).
* Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram ibn 'Alī, Abū al-Faḍl, Jamāl al-Dīn al-Anṣārī al-Ruwayfi'ī al-Ifrīqī (d. 711 AH), *Lisān al-'Arab* (Beirut: Dār Ṣādir).
* Al-Jawharī, Abū Naṣr Ismā'īl ibn Ḥammād al-Fārābī (d. 393 AH), *Al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa Ṣiḥāḥ al-'Arabiyya* (Beirut: Dār al-'Ilm li-al-Malāyīn, 1407 AH/1987 CE).
* Al-Jawharī, *Al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa Ṣiḥāḥ al-'Arabiyya* (Beirut: Dār al-'Ilm li-al-Malāyīn, 1407 AH/1987 CE)
* Al-Jurjānī, 'Alī ibn Muḥammad ibn 'Alī al-Zayn al-Sharīf (d. 816 AH), *Kitāb al-Ta'rīfāt* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya).
* Qala'jī, Muḥammad Rawās, and Ḥāmid Ṣādiq Qunaybī, *Mu'jam Lughat al-Fuqahā'* (Beirut: Dār al-Nafā'is li-al-Ṭibā'a wa al-Nashr wa al-Tawzī', 1408 AH/1988 CE).
* Khilāf, 'Abd al-Wahhāb, *Maṣādir al-Tashrī' al-Islāmī fīmā lā Naṣṣ fīhi* (n.p.: Dār al-Qalam li-al-Nashr wa al-Tawzī'),
* Al-Zuḥaylī, Muḥammad Muṣṭafā, *Kitāb al-Wajīz fī Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī,* Damascus: Dār al-Fikr, 1427 AH/2006 CE.).
* Al-Bukhārī, Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Ismā'īl, *Al-Jāmi' al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh Ṣallā Allāh 'alayhi wa Sallam wa Sunnanihi wa Ayyāmihi (Ṣaḥīḥ al-Bukhārī)* (Damascus: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422 AH),
* Ibn Ḥanbal, Abū 'Abd Allāh Aḥmad ibn Muḥammad (d. 241 AH), *Musnad al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal* (Beirut: Mu'assasat al-Risāla, 1421 AH/2001 CE).
* Mālik, Mālik ibn Anas ibn Mālik ibn 'Āmir (d. 179 AH), *Muwaṭṭa' al-Imām Mālik*, ed. Muḥammad Fu'ād 'Abd al-Bāqī (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī),
* Al-Suyūṭī, 'Abd al-Raḥmān ibn Abī Bakr, Jalāl al-Dīn (d. 911 AH), *Al-Ashbāh wa al-Naẓā'ir* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1410 AH/1990 CE).
* Abū al-Ḥārith al-Ghazī, Shaykh Dr. Muḥammad Ṣiddīq ibn Aḥmad ibn Muḥammad Āl Būrnū, *Al-Wajīz fī Īḍāḥ Qawā'id al-Fiqh al-Kulliyya* (Beirut: Mu'assasat al-Risāla, 1416 AH/1996 CE),
* Irfān Khālid Dhilown, *'Ilm Uṣūl al-Fiqh: Aik Ta'āruf* (Islamabad: Shari'a Academy, International Islamic University).
* Imām al-Juwaynī, *Al-Burhān fī Uṣūl al-Fiqh* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1418 AH/1997 CE).
* Al-Ṣanhājī, 'Abd al-Ḥamīd Muḥammad ibn Bādīs (d. 1359 AH), *Mabādi' al-Uṣūl* (Al-Sharika al-Waṭaniyya li-al-Nashr wa al-Tawzī', 1400 AH/1980 CE),
* Al-'Anzī, 'Abd Allāh ibn Yūsuf ibn 'Īsā ibn Ya'qūb al-Ya'qūb al-Jadī', *Taysīr 'Ilm Uṣūl al-Fiqh* (Beirut: Mu'assasat al-Rayyān li-al-Ṭibā'a wa al-Nashr wa al-Tawzī', 1418 AH/1997 CE).